جدید مرثیہ اور قائم رضا نسیم امروہوی

ڈاکٹر سیّدہ مصباح رضوی، اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract

'Marseya' has great importance in urdu poetry. Dabeer and Anees are two most prominent poets of this area, but tradition of Marseya writing is very rich. In this article Qym Raza Naseem Amrohvi is being discussed.

اُردو مرثیے کو، ناقدین نے بعض بنیادی تبدیلیوں کی وجہ سے دو واضح حصوں میں تقسیم کر دیا ہے یعنی قدیم مرثیہ اور جدید مرثیہ۔ قدیم مرثیے کا دور ابتدا سے لے کر انیس و دبیر اور ان کے ہم عصروں کے دور تک محیط ہے۔ اس دور کے مرثیوں میں کچھ کلاسیکی معیارات ایسے تھے جو صنف مرثیہ سے مخصوص تھے۔ اس عہد کے شعرا نے ان معیارات کو حتی الوسع برقرار رکھنے کی کوشش کی۔ میر انیس اور مرزا دبیر کے بعد صنف مرثیہ میں کچھ تغیرات ابھرنے لگے، جو رفتہ رفتہ جوش ملیح آبادی تک پہنچ کر واضح صورت اختیار کر گئے۔

جوش ملیح آبادی کے دور تک آتے آتے یہ تبدیلیاں نہ صرف نمایاں ہو گئیں بلکہ اس دور کے بیشتر مرثیہ نگاروں نے انھیں اپنے اپنے مرثیوں میں اس طرح برتنا شروع کر دیا کہ قدیم اور جدید مرثیوں میں ایک حد فاصل قائم ہو گئی۔ اسی بنا پر صنف مرثیے کو قدیم اور جدید مرثیے کے خانوں میں بانٹ دیا گیا۔ مرثیے کی ہیت، اجزائے ترکیبی اور موضوع سب ان تغیرات کی لپیٹ میں آ گئے۔

جدید مرثیے میں عصری حالات کے پیش نظر کئی نئے رجحانات نے صنف مرثیہ کو متاثر کیا۔ مرثیہ نگاروں نے مرثیہ کو انقلاب کی گونج عطا کر دی، اس کے ذریعے ملت کی نیم خوابیدہ آنکھوں میں آزادی، حق پسندی اور ظلم کے مقابلے میں ڈٹ جانے کی چمک پیدا کر دی۔ بہت سے مرثیہ نگاروں نے اس نئے دور میں بھی قدیم رواج کے مرثیے لکھنے کی پابندی کی۔ کچھ مرثیہ نگاروں نے جدت کو اپنایا اور کچھ مرثیہ نگار قدیم اور جدید مرثیے کے بین بین چلتے رہے۔

نسیم امروہوی اُردو مرثیے کی شاندار روایت میں منفرد مقام رکھتے ہیں۔ ان کے مرثیوں میں ناقدین کو قدیم اور جدید مرثیہ نگاری کے اثرات کس درجہ تک دکھائی دیئے اور ان کے مرثیوں میں وہ کون سی فنی اور فکری خوبیاں تھیں جھنوں نے ان کے نام کو مرثیہ نگاروں کی تاریخ میں نمایاں کر دیا۔ یہ مضمون انہی معلومات کے مختصر جائزے پر مبنی ہے۔

نسیم امروہوی کی سوانح پر سب سے زیادہ مستند ماخذ ان کی اپنی کتاب ہے۔ مراثی نسیم (جلد سوم) میں انھوں نے

نہایت تفصیل کے ساتھ اپنے حالات زندگی بیاں کیے ہیں ۔ یہ حالات کئی جگہ پر اتنی تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں کہ اضافی محسوس ہونے لگتے ہیں ۔سوانح کے مطالعہ سے یہ محسوس ہوتا ہے کئی مقامات پر نسیم امروہوی نے اپنے اور اپنے خاندان کے حالات بیان کرنے میں تعلّی سے کام لیا ہے ۔مثال کے طور پر ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ وہ اپنے دادا کے ساتھ جانسٹھ کی مجلس میں شریک ہوئے۔ وہاں انھوں نے پیش خوانی ایسے کڑک دار تیوروں کے ساتھ کی ''سامعین ابھرا ابھر کر داد دینے لگے'' یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب نسیم امروہوی کی عمر محض چار برس تھی۔ایک اور جگہ لکھتے ہیں :

> ''ایک دن میں نے ان کی مجلس میں ایک سلام بھی پڑھا.......... بارہ تیرہ دن جانسٹھ میں رہنے کے بعد جب میں امروہہ واپس آیا تو کئی دن تک اس طرح سینہ ابھر کر چلتا تھا، جیسے حاجی مکہ معظّمہ کی واپسی کے بعد متفخرانہ انداز میں قدم اٹھاتے ہیں ۔۲/۱ ۳ برس ہی میں میرا یہ سفر حج سے کم نہ تھا۔''[۱]

اس کم عمری میں ایسے احساسات کا بیدار ہونا ہی باعث حیرت نہیں بلکہ ان کا اس قدر تفصیلی انداز میں یاد رہ جانا بھی باعث تعجب ہے نسیم امروہوی نے اس انداز کو پورے سوانح میں مختلف مقامات پر اپنایا ہے ۔مختلف خواب ، ان کی بشارتیں ، خاندان پر فخر، مرثیہ خوانی کی تعریف وغیرہ وغیرہ ہر بات میں تفاخر جھلکتا نظر آتا ہے۔

انہوں نے لکھا کہ سوانح عمری لکھنے کا فیصلہ انہوں نے دوستوں کے کہنے پر کیا۔جس وقت انہوں نے سوانح لکھنے کا آغاز کیا۔اس وقت ان کی عمر کے اسی (۸۰) سال پورے ہو چکے ہیں ۔لیکن نسیم امروہوی کا کہنا ہے کہ اس عمر میں بھی ان کے حواس اور یاداشت و حافظہ قائم و دائم ہیں ۔نسیم امروہوی کے حالات زندگی کا مختصر تعارف سید ضمیر اختر نقوی نے یوں تحریر کیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

> ''بروز دوشنبہ ۲۷ رجب ۱۳۲۹ھ مطابق ۲۴ ۔اگست ۱۹۰۸ء میں بمقام امروہہ ولادت ہوئی ۔نسیم کے پر داد سید حیدر حسین یکتا، دادا سید جواد حسین شمیم امروہوی اور والد سید برجیس حسین برجیس امروہوہ کے نامور مرثیہ گو شاعر تھے..........ان کا گھرانہ علمی اور مذہبی حیثیت سے امروہہ میں ایک خاص مقام رکھتا تھا ....۱۹۵۰ء میں پاکستان آگئے آج کل مرکزی حکومت پاکستان کے قائم کردہ ترقی اُردو بورڈ میں اُردو لغت کے مدیر کے حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔نسیم امروہوی نے دس گیارہ سال کی عمر سے باقاعدہ شعر کہنا شروع کر دیا تھا..........ان کے آباء کئی پشتوں سے مذہبی نوعیت ہی کی شاعری کرتے چلے آ رہے تھے ....نسیم امروہوی نے ابتدا میں غزلیں کہیں ....۱۹۲۳ء میں پہلا مرثیہ کہا ....نسیم امروہوی نے پہلا مرثیہ ۱۵ سال کی عمر میں کہا تھا۔''[۲]

فکر و فن :

نسیم امروہوی کا شمار جدید مرثیہ نگاروں کے اوّلین شعرا میں کیا جاتا ہے ۔سید وحید الحسن ہاشمی کی ان کے بارے میں یہ رائے ہے کہ:

> ''شروع شروع میں رعایتِ لفظی پے جان دیتے تھے۔لیکن زمانے کی کروٹ کے ساتھ ساتھ انہوں نے بھی رنگِ مرثیہ گوئی میں تبدیلی پیدا کی ۔قدامت سے دامن چھڑانا چاہتے ہیں نہ جدت پسندی کا

ساتھ ہی دیتے ہیں۔ اسی کشمکش میں ان کا فن محبوس و مجبور ہو کر رہ گیا ہے۔ بہر حال اگر جدید شعرا میں قدامت کے آثار کہیں ملتے ہیں تو نسیم ہی کے یہاں۔''[۳]

اس اقتباس کے مطالعے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ وحید الحسن ہاشمی کی رائے میں نسیم امروہوی جدید مرثیہ کے تمام تقاضوں کو پورا نہیں کر پائے۔ نسیم امروہوی کے ناقدین نے ان کے مرثیوں کے تجزیاتی مطالعے کے بعد بعض اہم معلومات کا اضافہ کیا۔ ڈاکٹر سید صفدر حسین نے نسیم امروہوی کے مرثیوں کی اسی خامی کی وضاحت کی جس کی طرف سید وحید الحسن ہاشمی نے اشارہ کیا تھا۔ سید صفدر حسین کا خیال ہے کہ انھوں نے قدیم اور جدید مرثیوں کی خصوصیات کو ملا کر اور ایک ساتھ لے کر چلنے کی کوشش کی، جس سے کوئی خوشگوار نتیجہ مرتب نہ ہوا۔

ڈاکٹر صفدر حسین نے قائم رضا نسیم کے مرثیے کو تین ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا دور لکھنو قیام سے پہلے کا دور، دوسرا لکھنو میں قیام کا دور اور تیسرا دور جو ۱۹۴۰ء سے شروع ہوا۔

ان تینوں ادوار میں ان کے مرثیے کسی نہ کسی شاعر یا رجحان کے زیر اثر رہے۔ پہلے دور پر یعنی ۱۹۳۰ء تک ان کے تمام مراثی:

''ان کے دادا شمیم امروہی کے رنگ میں ہیں جن میں رعایت لفظی کے علاوہ کوئی نمایاں خصوصیت نہیں ہے............دوسرا دور لکھنو آ کر شروع ہوا............اس زمانے میں وہ انیس اور آتش کے زیر اثر رہے چنانچہ یہاں پہنچ کر ان کے مراثی کی زبان آتش کے اثر سے بنی، اسلوب انیس اور شمیم کے امتزاجی رنگ سے......مرثیے کا خاکہ خود اپنی سمجھ سے بنایا، جس میں واعظین کا استدلال، اسلام کی تبلیغ، آیات احادیث کے ترجمے شاعرانہ لطافتوں کے ساتھ پائے گئے نسیم کا آخری دور............انداز بیان اور موضوع دونوں لحاظ سے ان کے پچھلے ادوار سے مختلف ہے۔ اس زمانے میں انھوں نے جوش، جمیل مظہری، اثر اور آل رضا کے دوش بدوش نئی طرز میں مرثیے کہے، چنانچہ حسینی کارناموں کی روح ان کے مرثیوں میں جا بجا جھلکتی ہے''۔[۴]

سیّد وقار عظیم نے سید صفدر حسین کا نام اور حوالہ دیئے بغیر ان کی مندرجہ بالا ادوار بندی کے بیان کو نقل کیا اور اس پر یہ تنقیدی رائے دی کہ:

''بعض نقادوں نے ان ۵۱ سالہ تاریخ کو مختلف رجحانات کے تحت کئی ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ چنانچہ ایک فاضل نقاد نے ان ادوار کی تقسیم اس طرح کی ہے۔............میرے نزدیک ادوار کی تعین کے سلسلے میں صحت اور یقین کے ساتھ کچھ کہنا اس لیے ممکن نہیں کہ نسیم کی مرثیہ گوئی میں جن رجحانات کی نشان دہی کی گئی ہے ان میں سے کوئی ایسا نہیں جو ایک خاص وقت تک جاری رہ کر ایک خاص وقت میں ختم ہو گیا ہو، یہ مستقل رجحانات نسیم کی مرثیہ گوئی کے ہر دور میں موجود ملتے ہیں اور اسی لیے شاید یہ کہنا بھی درست نہیں کہ نسیم نے قومی طرز کے مرثیے ۱۹۴۰ء میں لکھنے شروع کیے۔ خود نسیم صاحب نے اپنی مرثیہ گوئی کے رجحانات کے متعلق ایک خط میں جن خیالات کا............اس سلسلے میں ان کے

خیالات یہ ہیں:

اپنی مرثیہ گوئی کے گذشتہ۲/۱ ۵۱ برس میں، میں نے چار رنگ کے مرثیے کہے:۔

۱۔ میر انیس اور آتش کی زبان میں، اور انیس کے خاکے کے مطابق ،صرف مضامین میں تنوع پیدا کیا ہے۔

۲۔ قرآن واحادیث کے تراجم ومفاہیم ،علم الکلام کے لہجے اور منطیقانہ وشاعرانہ استدلال کے پیرائے میں۔

۳۔ افرادِ مرثیہ کے کردار کو اس طرح اجاگر کر کے اس سے سننے والے سبق اور عقل کی روشنی میں ان کی حیثیت سے باخبر ہوں۔

۴۔ اخلاقی اجتماعی ،تمدن ، معاشرت ،تہذیب ، اقتصادی حالت اور سیاسی شعور کی اصلاح سے متعلق بہت سے چیزیں جابجا کہیں۔

آخر کے تین رنگ ایک دوسرے کے دوش بدوش چلتے رہے اور اب تک برقرار ہیں۔'' ۵

ڈاکٹر صفدر حسین نے قائم رضا نسیم کے آخری مرثیے '' سازمزیت'' کو سامنے رکھ کر جو کڑا نتیجہ نکالا اس کا خلاصہ یوں ہے۔

۱۔ ان کا یہ مرثیہ صرف اس لیے مرثیہ کہلایا کہ اس کا آغاز روح حسینؑ سے اور اختتام شہادت پر ہوا۔ ورنہ یہ قومی نظم کی ایک ایسی صورت ہے جو مسدس حالی قسم کی چیز ہے مگر مسدس کا شاعرانہ مرتبہ اس سے بہت بلند ہے۔

۲۔ مرثیہ کا اصلاحی پایہ بہت بلند نہیں کیونکہ ہماری اخلاقی یا معاشی اصلاح کی کوشش عام سطح سے بلند ہو کر نہیں کی۔

۳۔ جدید مرثیہ نگاری میں ساقی نامے اور مافوق البشری طاقت کے بیان نے خوشگوار تاثر قائم نہیں کیا۔

'' صفدر حسین'' ساقی نامہ'' کو جدید مرثیے میں شامل کرنے کے متعلق لکھتے ہیں:

'' جب انیس کے حدودِ مرثیہ اور مقصدِ مرثیہ سے بغاوت کی جا رہی تھی تو قدیم مرثیے کی چیز ساقی نامہ شامل کرنا کتنی عجیب بات ہے............دورِ حاضر میں جب کہ تمام اصنافِ سخن کے حدود الگ الگ مقرر ہو گئے ہیں۔ اُردو شاعری کی روایات بدل گئی ہیں اس قسم کی بے اعتدالیوں کی گنجائش بہت کم رہ جاتی ہے۔ ایک طرف تو آپ بڑے استدلالی انداز میں ....اصلاح کی طرف متوجہ ہیں اور دوسری طرف اپنے مخصوص معتقدات کو بھی بیچ میں لا رہے ہیں۔ اس سے تضاد پیدا ہوتا ہے'' ۶

سیّد صفدر حسین نے اپنی کتاب'' رزم نگاران کربلا'' میں اپنا گزشتہ موقف کم و بیش قائم رہنے دیا۔ کچھ باتیں گزشتہ خیالات کی تائید کرتی ہیں اور کچھ نئی معلومات بھی یہاں درج کی ہیں۔ سید صفدر حسین نے نسیم امروہوی کا ایک طویل بیان نقل کیا۔ جس میں نسیم امروہوی نے مرثیے میں دلچسپی قائم رکھنے کے دو ذرائع کا ذکر کیا۔ پہلا یہ کہ واقعات وحقائق میں تصرف کیا جائے ،اور دوسرا یہ کہ زبان و بیان کو دلکش بنانے کے لیے لفظی و معنوی خوبیوں کو استعمال کیا جائے۔ پہلی بات کو نسیم امروہوی بددیانتی سمجھ کر احتراز کرتے ہیں جبکہ دوسری بات کو شاعرانہ کمال تصور کر کے اس کو اپنی شاعری کا جزو بناتے ہیں۔ سید صفدر حسین

نے نسیم امروہوی کے مرثیوں پر جو رائے دی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب نسیم کے مراثی کی جو جلد طبع ہو چکی ہے اس میں تیرہ مراثی شائع ہوئے ہیں ۔ یہ مراثی شاعر کے آغاز فکر سے انتہائے کمال تک کی تخلیقات کا نمونہ پیش کرتے ہیں ۔ان میں مرثیے کی قدیم ساخت کے نمونے بھی ہیں اور اصلاح قوم کے موضوع پر بھی مرثیے ہیں ،ضائع و بدائع کی چاشنی اور بھی ہے اور پُر تکلف اندازِ بیان بھی مرثیے میں نظر آتا ہے ۔ سید صفدر حسین لکھتے ہیں نسیم صاحب کو جدید مرثیے کا واحد علمبردار تصور کرنا درست نہیں جوش ،جمیل ،آل رضا ،نجم آفندی کو بھی شامل کرنا چاہیے:

''آج نسیم صاحب سے عقیدت رکھنے والے بعض حضرات انہیں جدید مرثیہ کا واحد علمبردار سمجھتے ہیں لیکن چونکہ ہماری نظر مرثیہ کی تاریخ سے آشنا ہے اس لیے ہم گزارش کریں گے ....مرثیہ کا یہ انقلاب کسی مخصوص خوشگوار صبح کو یکا یک رونما نہیں ہو گیا تھا بلکہ ....اس میں سابقین کا حصہ بھی ہے اور ابجد دین کا بھی''۷

''تذکرہ مرثیہ نگاران اُردو'' میں مرثیہ گو شعرا کی مجموعی تاریخ رقم کی گئی ہے ۔مگر اس تاریخ میں قائم رضا نسیم کا نام اور حوالہ موجود نہیں ہے ۔نسیم امروہوی کے فکر وفن کے موضوع پر ضمیر اختر نقوی اور وقار عظیم نے خصوصی روشنی ڈالی ۔ ضمیر اختر نقوی کے مطابق نسیم امروہوی کے مرثیوں میں قرآن و احادیث کے بیانات نے ان کی علمی اور تاریخی حیثیت کو بڑھا دیا ہے ۔ استدلال اور مقصدیت کی خوبیاں بھی ان کے مرثیوں میں نمایاں ہیں ۔اس کے علاوہ نسیم امروہوی نے اپنے مرثیوں میں مسائل حیات کو بیان کیا اور ان کا حل بھی پیش کیا ۔موضوعاتی اور تمثیلی طرز کے مرثیوں میں بھی انفرادیت پیدا کی ۔سید وقار عظیم نے نسیم امروہوی کے مرثیوں کا تفصیلی تجزیہ تقریباً اناسی (۷۹) صفحات پر پیش کیا ۔اس تجزیے میں انہوں نے نسیم امروہوی کے مرثیوں کو کئی حوالوں سے جانچا اور رائے پیش کی ۔نسیم امروہوی کے پہلے مرثیے کا تفصیلی تجزیہ کرنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ستانوے (۹۷) بند کے اس مرثیے میں طرز انیس کا تاثر خصوصی طور پر جھلکتا نظر آتا ہے ۔مگر اس کے باوجود اس مرثیے میں ان کی مخصوص سوچ اور نظریے کے اثرات واضح نظر آتے ہیں ۔ سید وقار عظیم اس بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''اس روایتی اثر سے قطع نظر مرثیے میں ایک بات ضرور ایسی ہے جو ایک ایسے رجحان کی نشان دہی کر رہی ہے جو آگے چل کر نسیم کے مرثیے کا سب سے واضح اور سب سے اہم رجحان بن گیا........... مرثیے کو ملت کی اصلاح اور ترقی کا ذریعہ بنانے کا جو رجحان ایک خاص شکل میں ذرا محدود پیمانے پر اس مرثیے میں ملتا ہے اس نے نسیم کے مرثیوں میں آگے چل کر تین صورتیں اختیار کیں ۔ پہلی تو یہ کہ مرثیے کو ہر طرح کے اصلاحی پیغام کے اظہار کا وسیلہ بنایا گیا، دوسرے یہ کہ اصلاحی پیغام اسلاف کے کارناموں کے پس منظر میں تاریخی واقعات کے حوالے سے پیش کیا گیا اور تیسرے یہ کہ ''عمل'' کو زندگی کی ہر کامیابی کی اساس سمجھ کر ہر ممکن زاویے سے اس کی تاکید کی گئی۔''۸

اسی اصلاحی عنصر کی بنا پر وقار عظیم کا خیال ہے کہ نسیم امروہوی کے مرثیوں میں حالی اور اقبال کے فکر ،تخیل اور اسلوب اظہار کی بہت سے مماثلتیں موجود ہیں ۔اس کے علاوہ انیس کا شاعرانہ مسلک بھی ان کا رہنما رہا۔لیکن ان کے ہاں صرف

تقلید نہیں بلکہ اجتہاد کی صورت نظر آتی ہے۔ وقار عظیم نے نسیم امروہوی کی ایک نظم ''برق وباراں'' کو ''مسدس نسیم'' قرار دیا اور لکھا کہ یہ نظم مرثیے کے دائرے میں نہیں آتی۔ اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی کہ:

> ''اوّل تو اس لیے کہ اس میں رثائی پہلو صرف کہیں کہیں ہے اور جہاں کہیں ہے وہ کسی واضح مثبت مقصد کا تابع ہے۔ دوسرے یہ کہ واقعہ کربلا کا ذکر، جسے ہمارے مراثی میں بنیادی موضوع کی حیثیت حاصل ہے، پوری اسلامی تاریخ کے پس منظر میں اس طرح آیا ہے کہ عمل اور جدو جہد کی صدہا سال کی روداد میں اسے بھی ایک اہم سنگ میل اور چراغ راہ کی حیثیت حاصل ہے اور تیسرے یہ کہ اس نظم میں شروع سے آخر تک انقلاب کے احساس کو ابھارنے کی جو تدبیریں کی گئی ہیں ان میں غم انگیز مضامین کی گنجائش نہیں۔''۹

سیّد ضمیر اختر نقوی لکھتے ہیں کہ نسیم امروہوی کے مرثیوں کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے آیات قرانی اور مستند احادیث کے استعمال اور تفسیر وتشریح کو مرثیے میں شامل کیا۔ نسیم امروہوی کے مرثیوں کی اس خوبی نے ان کے مرثیوں میں تین نمایاں صفات پیدا کر دیں۔

۱۔　ان کے مرثیوں کی علمی اور تاریخی حیثیت میں گراں قدر اضافہ ہو گیا۔

۲۔　اُردو زبان کو اس کامیاب کوشش کی بدولت ایسے الفاظ مل گئے جو بالعموم اُردو میں استعمال نہیں ہوئے ہیں۔

۳۔　جو لوگ مطالعہ تفسیر سے محروم ہیں وہ ان کے مرثیوں کے ذریعے بہت سی معلومات سے استفادکر کے انہیں ذہن نشین کر سکتے ہیں۔۱۰

جدید مرثیوں کی ایک نمایاں صفت ان کا طرز استدلال ہے۔ نسیم امروہوی کے مرثیے بھی اس خوبی کے حامل ہیں۔ ضمیر اختر نقوی نے مختصراً اس وصف کا ذکر کیا اور چند ایک مثالیں دیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

> ''نسیم امروہوی کے مرثیوں میں دوسرا اہم پہلو منطقی استدلال ہے انھوں نے مرثیے میں شاعرانہ سجاوٹوں اور فنی حسن و جمال کے ساتھ منطقیانہ و عالمانہ استدلال کو درجہ کمال پر پہنچا دیا ہے۔''۱۱

ایس جی عباس نے نسیم امروہوی کے مرثیوں میں منطقی استدلال کی موجودگی پر رائے دیتے ہوئے کہا کہ:

> ''اس استدلال کو اکثر بیشتر وہ بہت ہی سیدھے سادھے انداز میں پیش کرتے ہیں۔''۱۲

ضمیر اختر نقوی لکھتے ہیں کہ:

> ''نسیم امروہوی نے مستقل موضوعات پر بھی مرثیے کہے ہیں حالانکہ............ انہوں نے اس روایت میں فنکارانہ اضافے کیے ہیں اور اب تک مستقل موضوعات میں سیاست علویہ، وجود وغیبت امام زمانہؑ، اصلاح رسوم، تجدید و احیائے روحِ اسلامی، فلسفہ مسرت وغم، جائزہ نفس، تطہیر نفس، فضائل علیؑ اور قرآن و احادیث، عقل وعشق کا مقابلہ، علم کی عظمت، عقد کی اہمیت، شاعر اور شاعری، قلم کی تعریف، اسلام اور معاشرے میں عورت کی اہمیت، پر متعدد مرثیے تصنیف کیے ہیں۔''۱۳

وقار عظیم نے نسیم امروہوی کے مرثیوں کا تجزیہ کیا تو ان کی خصوصیات کی بنا پر ان کو کچھ خانوں میں منقسم کر دیا۔ مثال

کے طور پر ان کے ایسے آٹھ مرثیے جن میں شخصیتوں کے اوصاف و فضائل کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور مصائب کا ذکر کم ہے انھیں ''توصیفی مرثیوں'' کا عنوان دیا اور پھر ان کا بھرپور تجزیہ کیا۔ انھوں نے توصیفی مرثیوں کی درج ذیل نمایاں خصوصیات کا خاص طور پر ذکر کیا۔

۱۔ مقدس ہستیوں کے تعریف و توصیف کرتے ہوئے نسیم امروہوی نے ہر جگہ قرآنی آیات ، ثقہ روایتوں اور احادیث کو مدنظر رکھا اور ان ہستیوں کے ان پہلوں کا ذکر کیا جن کا تعلق معاشرتی زندگی کے اخلاقی پہلوؤں سے ہے۔

۲۔ ان مقدس ہستیوں کا ذکر پر شکوہ اسلوب اور خاص قصیدہ گوئی کے اسلوب میں کیا مگر جادہ اعتدال سے ہٹے نہیں۔

۳۔ ان کے ممدوحین میں روایتی ہستیوں کے علاوہ جناب ابو طالبؑ ، ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ وغیرہ شامل ہیں۔

۴۔ انہوں نے مذہبی شخصیات کے علاوہ اپنے عہد کے بعض اکابرین کو بھی مرثیوں کا موضوع بنایا۔ مثال کے طور پر انھوں نے ''رثاء محسن الحکیم'' اور ''رثاء رشید ترابی'' کے موضوع پر بھی مرثیے لکھے۔ ان مرثیوں میں بھی اخلاق کی تلقین اور قومی اصلاح کی خوبی کو بنیاد بنایا۔

ضمیر اختر نقوی نے لکھا کہ:

> ''نسیم امروہوی نے متعدد مرثیوں کے چہرے میں مسائل حیات کے بعض الجھے ہوئے عقدوں کو سلجھانے کی کوشش کی ہے اور ایسی قادر الکلامی کے ساتھ کہ مرثیے کی شاعرانہ لطافت پر حرف نہیں آتا بلکہ حسن سخن دو بالا اور تاثیر شعر دہ چند ہوگئی ہے ....''مسائل حیات'' سے متعلق ان کے تمام مرثیوں میں روایتی انداز اختیار کرنے کے بجائے اپنے دور کے حالات اور گرد و پیش کا جائزہ لیا گیا ہے اور ان مسائل کا حل بتا کر افراد قوم کی اصلاح و تربیت کا کام لیا گیا ہے۔ ترقی پسند ادب کی تحریک سے بہت پہلے نسیم امروہوی نے اپنے مرثیوں میں مقصدیت کو پیش کیا اور شاعری کو اپنے دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کر دیا۔''[۱۴]

نسیم امروہوی کے مرثیوں میں چند مرثیے ایسے ہیں جن کو تمثیلی انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔ ان مرثیوں کے موضوعات یہ ہیں۔ ۱۔ کربلا کی کہانی چاند کی زبانی، ۲۔ کربلا کی کہانی سورج کی زبانی، ۳۔ زمین سے جنت تک سفر۔ ضمیر اختر نقوی نے نسیم امروہوی کے مرثیہ نگاری کی اس خصوصیت کا مختصراً ذکر کیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

> '''کربلا کی کہانی چاند کی زبانی' میں چاند کربلا میں ہونے والے ولولہ خیز اور درد انگیز واقعات سناتا ہے۔ واقعات اور حقائق کی تفصیلات وہی ہیں جو اس سے پہلے بھی مرثیوں میں بیان ہوتی رہی ہیں، لیکن یہاں اسلوب اظہار کی جدت اور ندرت نے سننے والے کے لیے افسانے کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔''[۱۵]

نسیم امرہوی نے اپنے کچھ مرثیوں میں مکالماتی انداز کو خصوصاً اختیار کیا۔ وقار عظیم نے ایسے مرثیوں کی خصوصیات کا بھی ذکر کیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

''اس مرثیے میں شاعر اور رضوان کے مکالمے کی تفصیل ہے جو مرثیے میں آنے والے روایتی مکالموں سے اس لحاظ سے مختلف ہے کہ اس میں ایک واضح اور بین افسانوی رنگ ہے، مکالموں کے ذریعے مرثیوں میں افسانوی رنگ کا داخل کرنا نسیم کا ایک اور فنی اجتہاد ہے، جو آگے چل کر ان کے مرثیوں میں نئی نئی صورتیں اختیار کرتا رہا، اس فنی رجحان کی نشاندہی اور وضاحت کے لیے نسیم کے تین مرثیے پیش نظر ہیں، ان تین مرثیوں کے پہلے مصرے یہ ہیں .... یہ تینوں مرثیے نسیم کی مرثیہ گوئی کے آخری دور کے مرثیے ہیں اور ۱۹۶۸ء اور ۱۹۷۱ء کے درمیان لکھے گئے۔''[۱۶]

نسیم امروہوی کے مرثیوں میں قدیم اور جدید مرثیہ نگاری کا جو رنگ جھلکتا ہے اس کی واضح صورت ''رزم نگاری'' کے جزو میں نمایاں ہوتی ہے۔نسیم امروہوی کے مرثیوں میں'' رزم نگاری'' کا مطالعہ کرنے سے ان کے زورِ قلم اور زورِ تخیل دونوں کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ گو کہ رزم نگاری کو ان کے مرثیوں میں زیادہ جگہ نہیں ملی مگر جہاں جہاں اس موضوع پر قلم اٹھایا وہاں وہاں مرثیہ نگاری کی قدیم روایت کو زندہ کر دیا۔

وقارعظیم نے نسیم امروہوی کے مرثیوں میں'' رزم نگاری'' کے موضوع کی وضاحت کی۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

''رزم کے مضامین اور گھوڑے اور تلوار کی تعریف کے مضامین کو عموماً ان کے مراثی میں بہت کم جگہ ملی ہے۔لیکن نسیم کو مرثیے میں ان عناصر کی اہمیت کا پورا اندازہ ہے اس لیے انہوں نے اپنے عام مرثیوں کی اس کمی کی تلافی کرنے کے احساس کے تحت بعض ایسے مرثیے لکھے جو اپنے مضامین اور مجموعی مزاج کے اعتبار سے رزمیہ مرثیے ہیں۔ان مرثیوں کی ترتیب و تنظیم، ان کے اسلوب اظہار اور اس اظہار کے جملہ شاعرانہ اور فنی وسائل کے استعمال میں انھوں نے اپنے استاد معنوی انیس کی روش اختیار کی ہے، البتہ مضمون آفرینی اور جدت ادا میں جگہ جگہ اپنی خلاقی اور مشاقی کے جوہر دکھائے ہیں۔''[۱۷]

وقارعظیم نے انیس کی صد سالہ برسی کے موقع پر نسیم امروہوی کے پڑھے جانے والے مرثیے میں موجود رزمیہ عناصر کو بطور خاص موضوع بحث بنایا اور نمونہ کلام پیش کیا۔

مندرجہ بالا تمام مباحث کو مدنظر رکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ نسیم امروہوی کو کچھ فیض اور تربیت تو اپنے خاندان کے بزرگوں سے ملا، کچھ فیض مطالعہ انیس نے بہم پہنچایا، اس کے علاوہ انہوں نے اپنے ماحول اور اس کے تقاضوں کو بھی مدنظر رکھا اور اپنے فنی اور فکری سفر میں اضافے کیے۔ ان کی شاعری میں تربیت اخلاق اور اصلاح معاشرہ کا عنصر نمایاں ہے۔انہوں نے اس کے لیے جو راستہ اختیار کیا اس میں ایک نیا پن واضح نظر آتا ہے۔ استدلال، آیات و احادیث کا بیان اور مستند روایات کا بیان ان کے مرثیوں کا نمایاں وصف رہا ہے۔ان کے مرثیوں میں موضوعاتی، تمثیلی اور توصیفی مرثیوں کا رجحان نمایاں ہے۔لیکن ہر مرثیے میں ان کا مقصد فرد اور معاشرے کی اصلاح ہی ہے۔

حواشی:

۱۔ نسیم امروہوی، مراثی نسیم (جلد سوم)، لاہور : اظہار سنز، ۱۹۸۶ء، ص: ۲۶
۲۔ ضمیر اختر نقوی، ڈاکٹر، اُردو مرثیہ پاکستان میں، کراچی : سید اینڈ سید، ۱۹۸۲ء، ص: ۱۵۱ تا ۱۵۳
۳۔ وحید الحسن ہاشمی، ''جدید مرثیہ اور مرثیہ نگار''، وحید الحسن ہاشمی، مرتب: عظمت انساں۔ سیّد آل رضا، مع مقدمات، مرتب: جدید فن مرثیہ نگاری، لاہور: مکتبہ تعمیر ادب، ۱۹۶۷ء، ص: ۲۷۶
۴۔ صفدر حسین، سیّد، ڈاکٹر، مرثیہ بعدِ انیس، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۷۱ء، ص: ۱۹۲۔۱۹۳
۵۔ وقار عظیم، سیّد، مرثیے پر چند تحریریں، متعارفہ : ڈاکٹر سیّد معین الرحمٰن، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، اگست ۲۰۰۵ء، ص: ۱۴۵۔ ۱۴۶
۶۔ صفدر حسین، سیّد، ڈاکٹر، مرثیہ بعد انیس، ص: ۱۹۵
۷۔ صفدر، سیّد، رزم نگاران کربلا، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۷۷ء، ص: ۳۶۴
۸۔ وقار عظیم، سیّد، مرثیے پر چند تحریریں، متعارفہ : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، لاہور، ص: ۷۲۔۷۳
۹۔ ایضاً، ص: ۷۷
۱۰۔ ضمیر اختر نقوی، ڈاکٹر، اُردو مرثیہ پاکستان میں، ص: ۱۵۷
۱۱۔ ایضاً، ص ۱۵۸
۱۲۔ ایس جی عباس، اُردو مرثیہ اور پاکستان میں اس کی روایت، کراچی: اسلامک ریسرچ سینٹر، ۱۹۹۱ء، ص: ۵۹
۱۳۔ ضمیر اختر نقوی، ڈاکٹر، اُردو مرثیہ پاکستان میں، ص: ۱۵۹
۱۴۔ ایضاً، ص: ۱۶۰۔۱۶۱
۱۵۔ ایضاً، ص: ۱۶۲
۱۶۔ وقار عظیم، سیّد، مرثیے پر چند تحریریں، متعارفہ : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، لاہور، ص: ۱۲۴
۱۷۔ ایضاً، ص: ۱۳۶

☆☆☆